Tarseel, Vol.18 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Listed in UGC-CARE
Center for Distance and Online Education
University of Kashmir

جمیلہ خدا بخش کی شاعری کے تفکیری رویّے

ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی

تلخیص

اردو شعر و ادب کی ترقی میں دبستان بہار کی خدمات کو کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ابتدا سے ہی اس سرزمین نے ایسے تخلیق کاروں کو جنم دیا ہے جنہوں نے اپنی صلاحیتوں سے اردو شعر و ادب میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ اس حوالے سے جہاں مرد تخلیق کاروں کے نام گنائے جا سکتے ہیں وہیں خواتین تخلیق کاروں کی نشاندہی بھی از حد لازمی ہے۔ جمیلہ خدا بخش انہیں خواتین تخلیق کاروں کی فہرست میں شامل ایک اہم نام ہے۔ موصوفہ کے اب تک کم و بیش آٹھ شعری مجموعے منظر عام پر آئے ہیں جو فکری و فنی اعتبار سے ادبی حلقوں میں اپنی معنویت منوا چکے ہیں۔ زیرِ نظر تحقیقی مضمون میں موصوفہ کی شعری کا تنقیدی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ مضمون دبستان بہار کے ساتھ ساتھ اردو کے شعری سرمایے میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوگا۔

کلیدی الفاظ:

تخیل، مرشد، کتب بینی، عقیدت، آفاقیت، کلاسکیت، وجدانی پہلو، صوفیانہ نوعیت، تصوف

اِس کا ہر برگ آئینہ روئے چمن آرا کا ہے
دیدنی ہے یہ چمن گر ہم نظر پیدا کریں

راسخ عظیم آبادی کا یہ شعر دبستان بہار پر بالکل صادق آتا ہے جہاں شعر وادب کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کرنے والے مرد وخواتین کی تعداد ہر دور میں نہ صرف معتد بہ رہی ہے بلکہ ان میں سے اکثر نے اردو ادب کی تاریخ میں اپنے نمایاں دستخط بھی ثبت کئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم نے بہار کے شعرا کے مقابلے میں شاعرات پر کم توجہ دی ہے۔ راسخ سے جمیل مظہری تک ہم نے تقریباً سبھی شاعروں کی پذیرائی کی مگر بی بی ولیہ اجھری، حمیدہ گیاوی، غریب عظیم آبادی، نکہت بھاگلپوری، یکتا عظیم آبادی، رضیہ رعنا، نسیمہ سوز اور مخفی مظفر پوری وغیرہ کی شعری خدمات کا کھلے دل سے اعتراف بھی نہیں کیا۔ شاد عظیم آبادی اور ان کے شاگردوں میں بسمل عظیم آبادی، یاس یگانہ چنگیزی، بیتاب عظیم آبادی اور عطا کاکوی پر تو ہم نے خوب زور قلم صرف کیا مگر انہیں کی شاگردہ اور اُس عہد کی بہترین شاعرہ جمیلہ خدابخش، جن کی قادرالکلامی پر ہر خاص وعام رشک کرتا تھا اور جن کے آٹھ آٹھ دواوین آج بھی دستیاب ہیں، اُن کی شاعری کو بہت کم موضوع گفتگو بنایا گیا۔ اس کی بہت ساری وجوہات شمار کروائی جاسکتی ہیں، مگر اس کا اعتراف کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے خواتین شاعرات کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔

تاریخِ اردو ادب، مشہور افسانہ نگار، ڈرامہ نگار اور شاعر شفیع مشہدی صاحب کی ممنون رہے گی جنہوں نے جمیلہ خدابخش کے دواوین اور مثنوی کے قلمی مسودات کی نہ صرف ترتیب وتدوین کی بلکہ اُنہیں اردو دنیا سے متعارف کرانے کا فریضہ بھی انجام دیا۔ مثنوی ''احسن المطالب'' اور ''نغمۂ دل ریش، جمیلہ درویش'' کے عنوان سے ایک دیوان کی اشاعت بھی موصوف کے مقدمے اور تعارف کے ساتھ خدابخش لائبریری کے زیر اہتمام ہو چکی ہے۔ جناب شفیع مشہدی صاحب کے تحریر کردہ تعارف اور جمیلہ خدابخش کی مختصر آپ بیتی سے پتہ چلتا ہے کہ راضیہ خاتون جمیلہ کی پیدائش کلکتہ میں ۱۸۶۱ء میں ہوئی تھی اور وفات ۱۹۲۱ء میں پٹنہ میں ہوئی۔ جناب فصیح الدین بلخی نے اپنی کتاب ''تذکرۂ نسوان ہند'' کے صفحہ ۱۱۷ پر جمیلہ کے والد کا نام ''خان بہادر یحیٰ رئیس کلکتہ'' لکھا ہے، جو درست نہیں ہے۔ جمیلہ کی خودنوشت آپ بیتی اور ان کے دیوان ''نغمہ دلِ ریش، جمیلہ دررویش'' کے ٹائٹل صفحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے والد کا نام مولوی کبیر الدین احمد تھا اور خدابخش مرحوم (موسسِ خدابخش لائبریری) سے شادی

کے بعد آپ پٹنہ تشریف لائیں۔آپ خدا بخش خاں صاحب کی تیسری اہلیہ تھیں مگر ایک وفا شعار اور نیک دل خاتون کی حیثیت سے خدا بخش خاں کے دل میں خاص جگہ رکھتی تھیں۔انہوں نے آخری وقت تک ایک مشرقی خاتون کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنے شوہر کی صدق دل سے خدمت کی اور مشکل دنوں میں، علالت وعسرت اور تہی دستی کے زمانے میں، جبکہ کہا جاتا ہے کہ ان کی اولاد نے بھی بے توجہی اختیار کر لی تھی، حق رفاقت ادا کیا اور ان کے لیے دعائے صحت وعافیت کرتی رہیں۔ چنانچہ ایک دعائیہ نظم میں وہ کہتی ہیں ؎

اِس تیرگیِ بخت سے دن ہیں مرے سیاہ — جلوہ تو اس پہ ڈال دے اپنے جمال کا
شوہر مرا ضعیف ہے مجبور ہے شہ — پُرساں نہیں ہے کوئی بھی اب اس کے حال کا
اولاد ہیں جو پاس وہ ہیں اس کے برخلاف — موقع نہیں ہے جن سے ذرا قیل و قال کا
نفسانیت سے قرب ہے، انسانیت سے بعد — اندیشہ کچھ نہیں انہیں میرے ملال کا
سلطان ہند دیجیے توفیق ٹھیک انہیں — کچھ تو خیال ہو انہیں اپنے مآل کا
مقروض ہوں غریب ہوں معذور بے نوا — انداز کچھ نیا ہے زمانے کی چال کا
اک طفل میرا اپنا ہے اے میرے دستگیر — پرساں نہیں ہے بھائی کوئی اس کے حال کا
بے کس جمیلہ آئی ہے در پر ترے شہا — پرساں نہیں ہے تیرے سوا اس کے حال کا

راضیہ خاتون ایک باوقار علمی گھرانے کی چشم وچراغ تھیں۔ان کے گھر کا ماحول علمی وادبی تھا۔اسی کے زیر اثر زیادہ تعلیم حاصل نہ کر پانے کے باوجود علم وادب سے گہرا لگاؤ رکھتی تھیں۔شادی کے بعد خدا بخش خاں نے ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی اور ان کے علمی ذوق وشوق بالخصوص ذوق شاعری کو پروان چڑھانے میں پورا تعاون دیا۔ چونکہ خدا بخش اعلیٰ پائے کے ادیب تھے، شاعری کرتے تھے اور تخلص جمیل اختیار کر رکھا تھا۔اس لیے بعض حضرات جمیلہ خاتون کی شاعری کو خدا بخش خاں کا نتیجہ بھی گمان کرتے ہیں۔مثلاً معروف ناقد ومحقق پروفیسر وہاب اشرفی نے تاریخ ادب اردو میں جمیلہ کے شعری اوصاف کا اعتراف تو کیا ہے مگر مذکورہ شبہے کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔لکھتے ہیں:

''مجھے یہاں اس کا احساس ہوتا ہے کہ جمیلہ جس طرح کی شاعری کرتی ہیں وہ معمولی درجے کی چیز نہیں۔لہٰذا اساتذہ نے ان کی خاصی مدد کی ہوگی۔یہ گمان اس لیے بھی ہوتا ہے کہ ایک جگہ

انہوں نے لکھا ہے کہ وہ اپنا شعر ہی سمجھ نہیں پاتیں اور اس کی تعبیرات کے لئے دوسروں سے رجوع کرتی ہیں۔ پھر ایک الجھن اور ہے اور وہ یہ ہے کہ خدابخش خاں خود شاعر تھے، لیکن نہ تو ان کا کہیں کلام ملتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مخطوطہ لائبریری میں موجود ہے۔ ایسا تو نہیں کہ موصوف نے اپنا کلام بھی اپنی چہیتی بیوی کے کلام میں ضم کر دیا۔ یہ بھی ایک معمہ ہے کہ قاضی عبدالودود جیسے محقق نے جمیلہ پر کچھ نہیں لکھا، وجہ سمجھ میں نہیں آتی''[۱]

میرے خیال میں یہ گمان سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ جمیلہ کی شاعری میں اپنے پیرو مرشد اور غوث اعظم محی الدین قادر جیلانی علیہ الرحمہ سے عقیدت و محبت کے جو جذبات ملتے ہیں اور ان کے اظہار میں جو صداقت اور والہانہ پن ہے وہ جمیلہ کی شخصیت سے ہی میل کھاتا ہے۔ جناب شفیع مشہدی اور ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری نے بھی اِسی حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ جمیلہ خاتون کو خدابخش خاں نے شاد عظیم آبادی سے مشورۂ سخن کی جانب مائل کیا اور چونکہ اُس زمانے میں خواتین سات پردوں میں رہا کرتی تھیں، اس لیے وہ بہ نفس نفیس جمیلہ کی غزلیں شاد تک بغرض اصلاح لے جاتے تھے اور واپس لاتے تھے۔ داغ دہلوی سے بھی جمیلہ کی شاعری کے متعلق خط و کتابت کرتے تھے اور جمیلہ کی حوصلہ افزائی کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے تھے۔ یہ جمیلہ سے ان کی محبت ہی ہے کہ انہوں نے اپنا کلام محفوظ رکھنے پر کوئی توجہ نہیں دی مگر جمیلہ کا سارا سرمایۂ ادب خدابخش لائبریری میں محفوظ کرا گئے۔

جمیلہ خدابخش نے اپنا تخلص پہلے خاتون اور راضیہ اختیار کیا۔ اس لیے دیوان میں بہت سارا کلام انہیں دونوں تخلص کے ساتھ ملتا ہے۔ مثلاً

یہ عشق غوث پاک نہیں خام راضیہ
مجھ کو یقین ہے یہ کوئی گل کھلائے گا

یا

جالی پکڑ کے شاہ کی خاتوں کہوں گی میں
لے تو خبر مری کہ میں آفت رسیدہ ہوں

مگر بعد میں انہوں نے اپنا تخلص جمیلہ اختیار کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پیرو مرشد شاہ جمال الدین تھے جو جمیل تخلص کیا کرتے تھے، لہٰذا انہوں نے اپنا تخلص جمیلہ رکھ لیا۔ لیکن کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ جمیلہ مولانا مرشد علی جیلانی و بغدادی سے بیعت تھیں۔ بغدادی بھی شاعر تھے اور جمال تخلص کرتے تھے۔ انہوں نے ترغیب دی کہ وہ جمیلہ تخلص کریں۔ جناب شفیع مشہدی نے

ثانی الذکر روایت کی ہی تصدیق کی ہے۔

جمیلہ خاتون ایک مذہبی خاتون تھیں۔صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔مزاج صوفیانہ پایا تھا۔انہیں خلفائے راشدین بالخصوص حضرت علی کرم اللہ وجہہ اورصوفیائے کرام بالخصوص حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے بڑی عقیدت تھی۔غالبًا یہی عقیدت انہیں شاہ مرشد علی جیلانی بغدادی تک لے گئی۔انہوں نے جمیلہ کی روحانی تربیت کے علاوہ ادبی ذوق کی آبیاری بھی کی،جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی آپ بیتی کے علاوہ مختلف اشعار میں بھی کیا ہے۔ان کی آپ بیتی سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے جس سے جمیلہ کی شخصیت زیادہ بہتر طور پر سامنے آتی ہے:

> ’’شرفا کے یہاں لڑکیوں کی جو تعلیم دی جاتی ہے اس سے میں بھی محروم نہ رہی۔قرآن شریف اور اردو میں چند مذہبی کتابیں،یہی وہ ذخیرۂ علم تھا جو میکے سے لے کر سسرال چلی۔کتابیں تھوڑی سی پڑھی تھیں مگر کتب بینی کا چسکہ پڑ چکا تھا۔سسرال پہنچ کرنئ سے پرانی بھی نہ ہو پائی تھی کہ مجھ سے سوت پروری کی فرمائش کی گئی۔شوہر کی رضا جوئی اوراطاعت فرض تھی۔میں اٹھی اور خود جا کر بی بی صاحبہ کو لے آئی اورانتظام خانہ داری ان کے سپرد کر دیا۔گھر کرنے سے سبکدوش ہونا تھا کہ شوق کتب بینی ازسرنو چرایا،ایک بہن کی ملاقات کو جانا ہوا۔انہوں نے بھی ایک غزل دکھا کرکہا کہ دیکھو میں نے اسے تصنیف کیا ہے۔بعد کو معلوم ہوا کہ ان کے شوہر نے یہ غزل لے کر بی بی کے نام کا مقطع لگا دیا تھا۔بہر کیف بہن کی غزل نے میرے دل کو طومار حسرت بنا دیا۔یہی خیال رہ رہ کرستا تا تھا کہ آخر تو نے بھی تو کچھ شد بد کرلیا ہے۔تو بھی غزل لکھ سکتی ہے پھر لکھتی کیوں نہیں۔اسی ادھیڑ بن میں واپس آئی۔اورآؤ دیکھا نہ تاؤ کاغذ پنسل اٹھا،تک بندی شروع کردی۔پھر کیا تھا اوروں کو شگوفہ مل گیا،جس نے سنا ہنس دیا۔میرے سر پر ایسا بھوت سوار ہوا نہ تھا جو معمولی سی ہنسی ٹھٹھے میں اتر جاتا۔نہ سوت کا صدمہ نہ خانہ داری سے دست برداری کا رنج۔کاغذ پنسل اور میں۔اسی زمانے میں پیرو مرشد جناب مولانا حضرت شاہ مرشد علی صاحب جیلانی و بغدادی قدس سرہ کے ہاتھوں مرید ہوئی۔مرشد کی توجہ میرے حال پر کچھ ایسی ہوئی کہ غزلوں کا لکھنا آسان کام نظر آنے لگا۔بقول شخصے

با دل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے

اللہ کی کبریائی کے صدقے ،اب وہی حضرات جو ہماری تک بندی پر ہنستے تھے ،غزلوں کو بچشم حیرت دیکھتے اور کچھ تعریفیں کرنے لگے۔نہ (میں) بحر رمل سے واقف نہ بحر رجز سے پھر یہ کس چیز کی داد دیتے ہیں۔فاعلات فاعلات تو میں اس وقت تک نہیں جانتی تھی۔غرض میری شاعری کو امداد الٰہی یا فیضان قادریہ عالیہ یا کرامت مرشدی سمجھئے یا جو جی چاہے۔آج تک میرا یہ حال ہے کہ اپنے بعض شعروں پر آپ متعجب و حیرت زدہ ہو جاتی ہوں۔بعض شعر ہماری لیاقت سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔یہ شعر لکھنے کے بعد میں خود نہ سمجھ سکی کہ کیا کہہ گئی۔

نام تمہارا غوث ہے جد ہے شفیع مذنبیں
رب کو کہیں گے نعبد تم کو کہیں گے نستعیں

دوسرا شعر یہ ہے جس کو میں تو کیا سمجھتی۔مرحوم حضرت داغ دہلوی نے اس پر ہفتوں سر مارا۔ آخر ہمارے شوہر نے چار ورق میں اس کی تشریح لکھ کر داغ مرحوم کو بھیج دی۔

یکتائی رب اور ظہورِ رسولِ پاک
نقشہ دکھا رہے ہیں الف لام میم کا ۲؎

جمیلہ ایک قادر الکلام شاعرہ تھیں ۔ان کے کلام میں حمد ،نعت ،منقبت ،قصیدے ،رباعیات اور مثنوی کا گراں قدر سرمایہ موجود ہے۔مگر سب سے زیادہ اشعار مذکورہ تین بزرگان دین کے حوالے سے ہیں۔صرف ایک دیوان 'نغمہ دلِ ریش، جمیلہ درویش' مرتبہ شفیع مشہدی جو ۳۰۶ غزلوں پر مشتمل ہے،نگاہوں میں رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے بیشتر حصے میں نعت،حمد اور منقبت کے اشعار ہیں۔بالخصوص غوث اعظم علیہ الرحمہ اور اپنے مرشد کا ذکر وہ والہانہ عقیدت سے کرتی ہیں۔مثلاً ؎

چشمۂ فیض جمالی کا وہ سمجھ لے اس کو
اس گنہ گار جمیلہ کا جو دیواں پائے

آبر دی جمال نے ہم کو
ورنہ مشت غبار تھے صاحب

تو جو خاک کوئے جمال ہے ،یہ جمیلہ تیرا کمال ہے
نہ ہو کیوں بڑا ترا مرتبہ ، ترا پیر صاحب حال ہے
نقش پا غوث کی ہوں خاکِ درِ حیدر ہوں
دے گی لبیک کی تربت بھی صدا میرے بعد
خاتون میں کجا و کجا شعرو شاعری
جو کچھ ہوا وہ شاہ کی امداد سے ہوا

عشق وغوث اور عقیدتِ پیرو مرشد میں ڈوبے ہوئے چند اشعار اس طرح کے بھی دیکھیے ؂

روئی جو عاشق شہ جیلاں تو آنکھ سے
آنسو ٹپک کے گوہر شہوار ہو گیا
ناز ہے تجھ پہ جو کہتی ہے زمین بغداد
نقش نعلین سے اقبال ہمار ا چمکا
مسیحا نہ ہوتے اگر غوث اعظم
تو میں بھی قسم ہے نہ بیمار ہوتا
خدا کے واسطے اے غوث تو دکھا چہرہ
کہ سانس لینا بھی اب مجھکو ناگوار ہوا
لعل بنتا ہے کوئی اشک تو دردانہ کوئی

اولیاء کرام کی بے پناہ عقیدت نے انہیں یہ کہنے پر اگر چہ مجبور کر دیا کہ ؂

جس کا استاد علی اور مددگار ہو پیر
اس کے شاگرد کو امداد کی حاجت کیا ہے

مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے شاد عظیم آبادی کی شاگردی اختیار کی اور داغ دہلوی سے بھی مشورۂ سخن کیا۔ جمیلہ نے شاد عظیم

آبادی سے شرف تلمذ کا اعتراف کرتے ہوئے شاد کی مدح میں ایک مکمل قصیدہ بھی لکھا ہے جس کا مطلع اور مقطع یوں ہے۔

اے شاد شک نہیں کہ استاد فن ہے تو
اور عندلیب گلشن شعر و سخن ہے تو
کیا اے جمیلہ مدح کرے گی تو شاد کی
تجھ میں کہاں مجال کہ بستہ دہن ہے تو

جمیلہ کلاسیکی طرز اظہار کی شاعرہ ہیں اور اپنی شاعری میں کلاسیکی روایات کی پاسداری کا پورا پورا خیال رکھتی ہیں۔ان کے کلام میں موجود شعری کیف سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔اکثر اشعار رواں اور گہری معنویت سے بہرہ ور نظر آتے ہیں، جن میں وجدانی پہلو بہت نمایاں ہے۔مثلاً ؂

افسوس تم نے رخ نہ دکھایا کسی طرح
ارمان دید طالب دیدار لے گیا
کون کہتا ہے کہ مجنوں دشت میں عریاں رہا
تار پیراہن نہ تھا پر آنسوؤں کا تار تھا
بسمل بنا کے اپنا جاتے ہو تم کدھر کو
مڑ کر تو رقص دیکھو تم اپنے نیم جاں کا
زلف پر خم کی طرح مجھ سے ہے الجھی قسمت
شانہ بن کر کے سکھادے مجھے سلجھانا کوئی
ہے اپنی قسمت کی نارسائی سزا محبت کی خوب پائی
مری پٹک کر زمیں پہ سر کو ہوا نہ اس پر بھی یار اپنا
رہ گیا آخر دل بیتاب بن کر نقش پا
کوچۂ معشوق وہ یہ طالب جانانہ تھا
چاندنی رات میں بیٹھے ہیں وہ آکر لب بام

کاش دیدہ مجھے اختر کا بنایا ہوتا
بیتابیاں تھیں خوف تھا اور اضطراب تھا
تم جو ملے عرق سے بدن آب آب تھا

جمیلہ کا عہد وہ ہے جب مسلم معاشرے اور اردو شاعری پر تصوف اور خانقاہوں کا بے حد اثر رہا ہے۔ جمیلہ کی شاعری پر بھی مرشد سے ان کی عقیدت اور متصوفانہ طرز فکر کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے اور تقریباً ہر غزل میں صوفیانہ نوعیت کے اشعار مل جاتے ہیں۔ ان میں تصوف کے نکات تو ہیں ہی، عرفان و آگہی کا ایک کیف بھی نمایاں ہے۔ تصوف کی پوری عمارت عشق و محبت پر قائم ہے۔ عشق کا معبد حسن ہے۔ حُسن جتنا کامل تر ہوگا اسی قدر اس کی کشش بھی ہوگی، اور حسن کامل تو صرف شاہد حقیقی سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ صورت حال ہو تو عشق میں بدمستی و بوالہوسی کے بجائے احترام وسلیقہ اور ادب و خلوص کی پابندی ہو جاتی ہے اور اس کی پابندی کی بدولت ایک طرف پاکیزہ خیالات، شرافت، تہذیب اور سنجیدگی پرورش پاتی ہے اور دوسری طرف قلب و روح کے پیمانے سوز و گداز کی مئے سرجوش سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ جمیلہ کی شاعری کا تمام تر ذخیرہ اسی عشق کی داستان سے بھرا ہوا ہے۔ غزل کے یہ اشعار دیکھیے۔

شراب عشق کے پینے کا بندو بست ہے یہ
صراحی دل کو کریں چشم کو سبو کرلیں
عاشق ناشاد تھا محراب کعبہ جھک گیا
ابروؤں کی مدح میں جب ہم قلم لینے لگے
ہے کون سے عیسیٰ کا گزر آج چمن میں
نرگس جو عصا تھام کے اٹھتی نظر آئی

جمیلہ کی شاعری بازاروں، میلوں ٹھیلوں، کوٹھوں اور بالا خانوں اور یار دوستوں کی صحبت میں پل کر جوان نہیں ہوئی۔ اُن کی شاعری کے رگ و پے میں بزرگوں کے نورانی قلوب کی بجلیاں دوڑی ہوئی ہیں، جو ہزاروں پردوں کے اندر اپنی تابانی دکھا دیتی ہے۔

آہ و فغان و نالہ نے کیا گل کھلا دیا چرچا ہے میرے عشق کا گھر گھر تمام رات

تڑپا ہے درد ہجر سے اے غیرت ِ قمر　　مانند برق یہ دلِ مضطر تمام شب
جو ایک تار بھی اُس زلفِ مشک بو سے ملے　　تو اپنے اِس دلِ صد چاک کو رفو کرلیں
دھونی رما کے بیٹھیں گے تربت پہ شاہ کی　　کعبہ پہ جائیں گے نہ کلیسا کو جائیں گے
جوش جنوں نے پردۂ دوری اٹھا دیا　　اس حور وش کا چہرۂ زیبا دکھا دیا

جمیلہ کے کلام میں تصوف کے رموز کی جھلکیاں واضح صورت میں ہیں، جو ان کی شاعری کو سطحیت، ابتذال اور سطحی خارجیت سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ جمیلہ کی شاعری حرکت و عمل کے ساتھ اعلیٰ انسانی اقدار کی پاسداری بھی کرتی ہے۔ شاید اسی لیے وہ ایک سچے صوفی اور عاشق کی زبان سے کہتی ہیں ؂

نارِ سقر جلائے گی دل کو ہمارے کیا　　کندہ ہے اس پہ نام جناب امیر کا
چھیڑو نہ طبیبو مجھے بس یاں سے سدھارو　　محتاج نہیں عاشق جانباز دوا کا
نہ منہ پھیریں گے ہرگز بھول کر راہِ محبت سے　　مرے ناصح اگر اس راہ میں سر بھی جدا ہوگا
مدت سے وہ ہے طالبِ دیدار آپ کا　　خاتوں کو روئے پاک دکھایا نہ جائے گا؟

جمیلہ کا عشق، عشقِ صادق ہے، اس لیے وہ نہ صرف کھل کر اپنے عشق کا اظہار کرتی ہیں بلکہ اسے اپنی نجات کا ذریعہ بھی گردانتی ہیں۔ انہیں اپنے عشق پر بھرپور اعتماد ہے اور یہی اعتماد ان کے لہجے میں بے باکی، قوت اور بلند تیور عطا کرتا ہے۔ غزل کے اِن اشعار میں وہ تیور ملاحظہ کیجیے ؂

قدموں پہ ترے عاشق جاں اپنی لٹا دیں گے　　اک دن یہ تماشا بھی ہم تجھ کو دکھا دیں گے
اِس آتشِ الفت کے شعلوں کو دکھا کر ہم　　دم بھر میں شرر سارے دوزخ کی بجھا دیں گے
اُس نام کے صدقے میں سائل ترے قدموں پر　　یہ جان لٹا دیں گے ، ایمان لٹا دیں گے
گھیرے گی جہنم کیا خاتون بھلا مجھ کو　　ہم امت نبوی ہیں ، اندھیر مچا دیں گے

جمیلہ نے اپنے اشعار میں حسین اور دلکش محاوروں کا استعمال بھی فن کاری کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے برجستہ محاورے علامتی اور رمزی حسن و کیف کے حامل ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ محاوروں سے شعر میں روانی، برجستگی اور تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ جمیلہ کے محاورے بھی شعر کی نزاکت، برجستگی اور بے ساختگی کو مجروح نہیں کرتے بلکہ اس میں دل فریب اور سحر آگیں رعنائی کی فضا قائم

کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔مثلاً یہ اشعار دیکھئے

اب در سے ترے نہ جائیں گے ہم　　دھونی تو یہیں رمائیں گے ہم
نہیں حضرت عشق نے گر لگائی　　تو یہ آگ کس کی لگائی ہوئی ہے
مجنوں کی طرح خاک اڑائیں گے جہاں کی　　آہو کو ہر اک دشت کے ہم رام کریں گے

جمیلہ کی غزلوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی شاعری میں تغزل اور ترنم کا خاص خیال رکھتی ہیں۔انہوں نے اکثر و بیشتر ایسی بحروں کا انتخاب کیا ہے جن میں شعریت اور موسیقیت خود بخود پیدا ہو جاتی اور شاعرہ کا ذوق جمال اس کی غنائیت سے کلام میں فطری بہاؤ اور آمد کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔مثلاً ان کی مختلف غزلوں کے یہ اشعار دیکھیے

رہی آج تک جسے بے کلی کسی دم نہیں جسے کل ملی　　وہی تیرا عاشق زار تھا جسے غم نے پارہ بنا دیا
دکھا کے آنکھیں بدل کے چتون چڑھا کے بھوں منہ بنا کے بیٹھے　　خدا ہی حافظ ہے قتل عاشق کا آج بیڑا اٹھا کے بیٹھے
کسی ماہ وش نے جو خواب میں مجھے جلوہ اپنا دکھا دیا　　وہیں آ کے لشکرِ حسن نے مرے دل کو مجھ سے چھڑا دیا

جمیلہ کی شاعری میں سادگی و پرکاری ہے اور حسن و دلکشی بھی۔اس کی خاص وجہ ایک تو خود ان کی درویشانہ زندگی تھی اور دوسرے اس عہد کی سادہ لوحی۔فکر و عمل اور احساس و شعور کے لحاظ سے جمیلہ اپنی قابلیت اور فہم و ادراک کے ساتھ ساتھ اپنے ہم عصر شعرا سے بھی بہت متاثر تھیں۔علاوہ ازیں ان کے سامنے میر،غالب،درد،سودا،راسخ،اور شاد کے کلام بھی موجود تھے،جن کا نہ صرف انہوں نے مطالعہ کیا تھا بلکہ ان کی زمین میں کلام کہنے کی کوشش بھی کی تھی۔صرف ایک دیوان میں ان کی کئی غزلیں ایسی ملتی ہیں جو معروف کلاسیکی شعرا کی زمینوں میں کہی گئی ہیں۔یہ زمینیں اتنی واضح ہیں کہ مجھے شعراء کرام کے نام اور ان کے اشعار بتانے کی قطعی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔آپ بھی دیکھیے

اس سے مت پوچھو پتہ دلدار کا　　میزباں ہو جس کا تلوہ خار کا
بار الفت اپنے سر پر دھر چلے　　اے فراق غوث ہم تو مر چلے
موت ہی صبح و شام کرتی ہے　　زندگی یوں تمام کرتی ہے
کیا شئے ہے یہ کعبہ یہ کلیسا مرے آگے　　ہیں دونوں جہاں کھیل تماشا مرے آگے
نہ کر اٹھکیلیاں باد بہاری ہم سے تو ہرگز　　فراق غوث میں ہم جان سے بیزار بیٹھے ہیں

جمیلہ کو کلاسیکی شعرا کے مطالعے اور اپنی قدرت زبان و بیان پر بھرپور اعتماد ہے،اس لیے وہ اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی اپنی شاعرانہ انفرادیت اور کمال گویائی کا اظہار بار بار کرتی ہیں۔اِن اشعار کو شاعرانہ تعلّی پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے مگر

غور کیا جائے تو اِن میں ہی شاعرہ کے تنقیدی شعور کی جھلک بھی ملتی ہے ؎

وضو کر کے فرشتے میرے اس دفتر کو کھولیں گے
جمیلہ نامۂ اعمال ہے دیوان یہ میرا

گر ایسے ہی مضمون تم اللہ غنی باندھو
سو جاں سے ہم جمیلہ استاد کہیں تم کو

کوئی نکتہ داں ہو وہ سمجھے جو میری غزل
آساں نہیں تصوف ہر شخص جس کو جانے

حیرت زدہ ہیں دیکھ کے میرے کلام کو
شکر خدا کہ آج جو استاد عصر ہیں

ہوگا مطبوع مرا طرزِ بیاں میرے بعد
ہم ردیفوں کا ابھی قافیہ خاتون ہے تنگ

جمیلہ کے تعلّی پر مشتمل اشعار سے قطع نظر دیوان جمیلہ کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے ہمارے سامنے ایک خداداد صلاحیت کی شاعرہ کی تصویر ابھرتی ہے، جس کے اشعار میں شاعرانہ محاسن کی خوبصورت مثالیں موجود ہیں۔تصوف اور عقیدت پر مبنی اشعار کی کثرت کے باوجود سینکڑوں غزلیں اعلیٰ درجہ کی شاعری کی صف میں رکھی جاسکتی ہیں۔کلاسیکی شاعری کی پاسداری کرتے ہوئے جمیلہ خدابخش نے اپنے احساسات ومشاہدات کو جوشعری پیکر عطا کیا ہے وہ قابل تحسین ہے اور ناقدینِ شعروادب سے سنجیدہ مطالعے کا تقاضا کرتی ہے۔مگر سچائی یہ ہے کہ آٹھ دواوین پر مشتمل پانچ ہزار اشعار سے گزرنا کوئی آسان کام نہیں۔ضرورت ہے کہ خدابخش لائبریری ان کے کلام کا ایک جامع انتخاب شایع کرے تاکہ ارباب علم وادب اس کی جانب سنجیدگی سے متوجہ ہوں۔

حوالہ جات:

۱۔ تاریخ ادب اردو جلد اول۔ص۔۴۲۹

۲۔ نغمۂ دل ریش، جمیلہ درویش مرتبہ شفیع مشہدی۔ص ۱۸۔۱۹

☆☆☆

رابطہ:

ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی

پی۔جی۔شعبۂ اردو، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ ۸۰۰۰۰۵

shahabzafar.azmi@gmail.com

Mob;- 8863968168

j